احادیث سے صحابہ کرام کا استدلال و امتثال

(از مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری)

(دیکھو سلسلہ کے لئے رحیق جولائی ۱۹۵۷ء)

(۷)

حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت عبداللہ بن زبیر احادیث شریفہ کے تتبع اور سنن نبویہ کے بڑے مطیع تھے۔ چند ایک واقعات بطور مثال پیش نظر رکھیے۔

(۱) ایک بار حضرت عبداللہ بن زبیر اور ان کے بھائی عمرو بن زبیر کے درمیان کوئی جھگڑا تھا جس میں دونوں نے اپنے معاملہ کا حکم (پنچ) حضرت سعید بن عاص کو بنایا۔ حضرت سعیدؓ کے پاس جب دونوں پہنچے تو حضرت سعید بن عاصؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا چاہا تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا کہ یہ سنتِ نبوی کے خلاف ہے۔ آنحضرت کا ارشاد مبارک ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں منصف کے سامنے برابر بٹھائے جائیں۔ پس کوئی تخت پر ہو اور کوئی نیچے فرش پر ہو یہ سنتِ نبوی کے قطعاً خلاف ہے ان کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں۔

سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الخصمین یقعدان بین یدی الحکم[۱] — یعنی سنتِ نبوی یہ ہے کہ مدعی مدعا علیہ جج کے سامنے بٹھانے چاہئیں۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اتباع حدیث کے پیش نظر حکم کے پیش کردہ اعزاز کو قبول نہیں فرمایا کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ساری عزت اتباع حدیث و امتثال سنن میں سمجھتے تھے۔

(۲) ایک بار حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا حریف عبدالملک بن مروان بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اثناء طواف میں حضرت عبداللہ بن زبیر کو اس بات پر ملامت کرنے لگا کہ انہوں نے بناء کعبہ میں اضافہ کر دیا۔ اور خواہ مخواہ اپنے اس فعل کو حضرت عائشہؓ کی اس روایت کی طرف منسوب کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بناء کعبہ میں اضافہ کی خواہش رکھتے تھے۔ حارث بن عبداللہ جو ایک ساتھی تھے

---

[۱] مسند احمد جلد چہارم ص۴۔

کہنے لگے امیر المومنین آپ ان کو برا نہ کہیئے کیونکہ جہاں تک بناء کعبہ میں اضافہ کا سوال ہے میں نے خود بھی حضرت عائشہؓ سے اس روایت کو سنا ہے اس تائید و تصدیق کے بعد عبدالملک نے کہا۔

لو سمعت ھذا قبل ان انقضہ لترکتہ علی ما بنی ابن زبیر[1] — اگر میں اس سے پہلے یہ حدیث سنتا تو کعبہ کو ابن زبیرؓ کی تعمیر کردہ صورت پر رہنے دیتا۔

اس روایت سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا امتثال حدیث ظاہر ہے کہ انہوں نے حسب ارشاد و حسب تمنا بناء کعبہ میں اضافہ فرمایا۔ عبدالملک بن مروان جیسے دنیادار بادشاہ بھی اتباع سنن کے جذبہ کو ظاہر کرنے پر مجبور تھے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے عارضی ایام خلافت میں اعلان کیا کہ جو شخص بھی نردشیر یعنی شطرنج وغیرہ کھیلتا ہوا پایا جائے گا تو میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اس کے بال کھنچواؤں گا اور اس کے جسم پر کوڑے برساؤں گا۔ اور ایسے مجرم کے پکڑنے والے کو اس کے جسم کا تمام سامان مال مسلوب بنا کر لانے والے کے حوالہ کردوں گا[2]

اس روایت سے ان کا اتباع سنن صاف ظاہر ہے کیونکہ حدیث نبوی ہے۔

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ — جو شخص منکرات شرعیہ کو دیکھے تو اپنی طاقت سے اس کو مٹا دے

تو اس حدیث کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیر نے زور حکومت سے ایسے منکرات کو توڑنے کے لئے عزم بالجزم فرمایا۔ حقیقت یہ ہے بلا طاقت کے بہت سے منکرات ہٹ بھی نہیں سکتے محض وعظ ہر جگہ کارگر نہیں ہوتا اکبر مرحوم لکھتے ہیں

نہ ہو مذہب میں جب زور حکومت — وہ دین کیا ہے فقط اک فلسفہ ہے

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ یہ بھی بڑے جلیل القدر صحابی ہیں اتباع سنن و امتثال احادیث میں آپ بھی نمونہ تھے۔ چند واقعات پیش نظر رکھیئے۔

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے سخت علالت اور قریب المرگ ہونے پر ان کی بیوی رونے لگیں تو آپ نے فرمایا تم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد نہیں جس میں آپ نے نوحہ کرنے والی عورت پر لعنت

---

۱ مسند احمد جلد ششم ص ۲۶۲ ۲ الادب المفرد ص ۱۸۶

کا اظہار فرمایا ہے عورت نے سننے کا اعتراف کیا اور پھر اسی دم آنسوؤں کو پی گئیں اور یکدم خاموش ہو گئیں لہ

اس روایت سے حضرت ابوموسےٰ اشعری کا اتباعِ سنن صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے حدیث نبوی یاد دلاکر بیوی کو نوحہ اور گریہ وزاری سے منع کیا اور بیوی کا بھی امتثالِ حدیث ظاہر ہے کہ اس نے بھی حدیث نبوی کا حوالہ سامنے آتے ہی یک دم خاموشی اختیار کر لی۔ نیز اسی واقعہ سے حضرت ابوموسےٰ کا جذبہ تبلیغ بھی ظاہر ہے جو خود ایک مستقل اتباعِ سنن ہے کیونکہ تبلیغ کا حکم بلغوا عنی ولو آیۃ کے مطابق ایک مستقل حکم ہے جو کچھ آپ نے سنا تھا اس سے بیوی کو بھی باخبر کر دیا تھا چنانچہ حوالہ دیتے ہی وہ سمجھ گئیں۔ ساتھ ہی ان حضرات کے حفظ احادیث کا بھی پتہ چلا کہ جو کچھ سنتے تھے ان کے دل اسے محفوظ رکھتے تھے۔

(۲) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت ابوموسےٰ اشعریؓ کی خدمت میں حاضر تھا۔ مجھے چھینک آگئی اور تھوڑی دیر میں ایک عورت کو بھی چھینک آگئی تو اس کے جواب میں حضرت ابوموسےٰ اشعری نے یرحمک اللہ فرمایا اور میرے چھینک پر کچھ نہیں فرمایا۔ میں نے اپنی ماں سے جاکر ان کے اس طرز عمل کی شکایت کی تو وہ ان کی خدمت میں گئیں اور اس امتیاز کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ تمہارے بیٹے (ابوہریرہؓ) نے چھینکا تو الحمد للہ نہیں کہا اس لئے میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور عورت نے چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہا تھا اس لئے میں نے اس کا جواب دیا ہے۔ اور اس تعلق کے متعلق حکم نبوی موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم میں سے کوئی چھینکے اور الحمد للہ کہے تو تم اس کا جواب دو اور اگر الحمد للہ نہ کہے تو جواب نہ دو۔ یہ سن کر میری ماں نے حضرت ابوموسےٰ اشعری سے کہا احسنت احسنت یعنی آپ نے خوب کیا۔ ٹہ

اس روایت سے حضرت ابوموسےٰ اشعری کا امتثال حدیث صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے حدیث نبوی کے پیش نظر ایک کے چھینک کا جواب دیا اور حدیث ہی کی ماتحتی میں دوسرے کے چھینک کا جواب نہیں دیا۔ نیز اس واقعہ سے صحابہ کرام کی باہمی پاک ضمیری و صاف باطنی بھی ظاہر ہو رہی ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری

(۱) حضرت ابوایوب انصاری بھی ایک بزرگ صحابی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں جب مدینہ تشریف لائے تو انہی کے مکان میں تشریف فرما ہوئے

لہ مسند احمد جلد چہارم ص۴۰۵ ٹہ ایضاً ص۴۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر اہل مدینہ کی طرف سے ہدیہ آیا کرتے آپ کچھ کھا کر بقیہ حصہ فضلۂ مبارک حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے پاس بھیجدیتے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسا کھانا آیا جس میں لہسن پڑا ہوا تھا آپ نے کچھ استعمال کئے بغیر پورا پیالہ حضرت ابو ایوبؓ کے پاس بھیجدیا وہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلہ کو بطور تبرک استعمال کرنا چاہتے تھے جب دیکھا کہ آج پیالہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کا نشان نہیں ملا فرمایا تو وہ اس پیالہ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے آج آپ کی انگلیوں کا نشان نہیں ملا۔ فرمایا لہسن کے بُو کی زیادتی سے میں نے پسند نہیں کیا۔ حضرت ابو ایوب انصاری نے جواب دیا۔ وَاَنَا اَکْرَہُ مَا تَکْرَہُ[1] یعنی جو چیز آپ کو پسند نہیں مجھے بھی پسند نہیں۔

اس روایت سے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا جذبہ امتثال اور اتباع سنن کا حال صاف ظاہر ہے۔ ان کی زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند و ناپسند کے عین مطابق تھی۔

(۲) حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے دیکھا کہ ایک عورت زار زار رو رہی ہے انہوں نے لوگوں سے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا اس کے بچہ کو اس سے جدا کر دیا گیا ہے (تنہا بچہ کو مالک نے کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا) حضرت ابو ایوب انصاریؓ وہاں گئے اور اس کے بچہ کے ہاتھ کو پکڑا اور ہمراہ خود لا کر اس کے حوالے کر دیا اور فرمایا میں نے ایسا اس لئے کیا ہے کہ والدہ اور اولاد کے درمیان ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تفریق کی اجازت نہیں دی ہے[2]

(۳) حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو ایک جگہ سے دعوت آئی آپ دعوت دینے والوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا بھائی میں روزہ دار ہوں اور آپ نے میری دعوت کر دی ہے روزہ تو توڑ نہیں سکتا لیکن حاضر اس لئے ہوا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان کا مسلمان پر یہ حق ہے کہ جب اس کو کوئی شخص دعوت دے تو وہ اس کو قبول کرے[3]

اس روایت سے بھی اتباع حدیث صاف ظاہر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص | آپ بھی امتثال سنن اور اتباع احادیث میں فرد فرید ہیں آپ کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیے۔

---

[1] مسند احمد جلد پنجم ص ۹۴ [2] الضیا ص ۱۳/۴ [3] الادب المفرد ص ۱۳۴

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے پاس مقام طائف درختان انگور کا ایک بڑا وسیع باغ تھا جس کے متعلق مسند احمد اور کتاب الخراج یحییٰ بن آدم میں کَانَ عَلیٰ اَلفِ اَلفِ خَشَبَۃٍ کی روایت ہے یعنی اس میں ایک کروڑ درخت تھے ان درختوں کی باقاعدہ سینچائی ہوتی تھی۔ ایک بار باغ کے افسر اعلیٰ نے ان کو یہ اطلاع بھیجی کہ باغ کی آب یاری اور آب پاشی کے بعد جو پانی ہمارے ذخیرہ میں فاضل تھا اس کو میں تیس ہزار درہم میں فروخت کر رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فوراً خط لکھا کہ فاضل پانی کے دام ہرگز نہ لو بلکہ تمام قریب متوسط و بعید پڑوسیوں کو علی الترتیب پانی مفت سینچائی کے لئے دے دو اور صراحۃً لکھا ہے کہ میں قیمت اس لئے نہیں لینا چاہتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاضل پانی کے فروخت کرنے اور قیمت لینے سے منع فرمایا ہے۔ ان کے الفاظ اس موقع کے یہ ہیں فَاِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْھٰی عَنْ بَیْعِ فَضْلِ الْمَآءِ[1]

یہ واقعہ زاد المعاد جلد ثانی اور مسند احمد جلد دوئم ص۱۸۳ میں بھی موجود ہے اس واقعہ سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کا امتثال سنن و اتباع حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ محض ارشادِ نبوی کے پیش نظر رکھنے کے سبب تیس ہزار درم سے ایک پائی تک نہیں قبول فرمایا آج کے دور میں مالیات معاملہ میں اس قدر احتیاط و اجتناب کسے ہے۔ آمدنی ہونے کی فکر ہے۔ حلال و حرام کے ذرائع کی پروا نہیں۔ مالِ دنیا کی ہوس ہے دولتِ عقبیٰ کی فکر و پروا باقی نہیں ہے الا ماشاء اللہ۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت حسین ابن علیؓ میں باہم بڑی دوستی تھی۔ ایک بار حضرت حسینؓ نے ان سے پوچھا کہ جب تم مجھ کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب سمجھتے ہو تو پھر تم نے مجھ سے اور میرے والد حضرت علیؓ سے جنگِ صفین میں مقابلہ کیوں کیا تھا۔ فرمایا اصل بات یہ تھی کہ میرے باپ نے ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میری یہ شکایت کی تھی کہ یہ صرف نماز روزہ جانتے ہیں۔ جسمانی آرام و راحت، کھانے پینے اور رات میں اپنی اہلیہ کے پاس رہنے سے بے نیاز رہتے ہیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں کے متعلق ہدایت دی کہ جسم کا

[1] کتاب الاموال ص۳۰۱

بھی حق ہے۔ آنکھ کا بھی حق ہے۔ بیوی کا بھی حق ہے سب سے آخر میں فرمایا واطع عمرًا یعنی اپنے والد عمرو کی اطاعت کرنا پس جب جنگ صفین کا موقع پیش آیا تو مجھے میرے والد نے یہی وعدہ یاد دلایا اس لئے میں حکم نبوی سمجھ کر ان کی اطاعت پر مجبور ہو گیا اور شریک جنگ ہوا لیکن آپ کی دوستی اور محبت کے سبب میں نے کوئی تیر و تلوار نہیں چلائی۔[۱]

اس واقعہ سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کے امتثالِ حدیث کا حال خوب واضح ہو رہا ہے۔ ان کے والد صاحب نے حدیثِ رسول ہی کو یاد دلا کر ان کو اپنا تابع بنا کر شریکِ جنگ کر لیا ورنہ دوست کے مقابل میں وہ ہرگز تلوار لے کر نہ نکلتے ان کے والد بھی جانتے تھے کہ حدیثِ رسول کے سامنے یہ سر تسلیم خم کر دیں گے۔

فضالہ بن عبیدؓ فضالہ بن عبیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بزرگ صحابی ہیں ان کے اتباعِ حدیث کے سلسلہ میں دو ایک واقعات پڑھیئے۔

(۱) حضرت فضالہ بن عبید جس زمانہ میں مصر کے امیر و حاکم تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دوسرے صحابی ایک حدیث کی تلاش میں آپ کے پاس مصر پہنچے تو امیر و حاکم بلدیہ حضرت فضالہؓ کو کہ پراگندہ سر پراگندہ بال ہیں لباسی آرائش اور جسمانی تزین کا ذرہ برابر خیال نہیں تو آنے والے صحابی نے پوچھا کہ آپ حاکم شہر ہو کر اس طرح کی سادہ و پراگندہ زندگی کیوں بسر کر رہے ہیں۔ جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو زیادہ عیش و راحت پسندی سے منع فرمایا کرتے تھے پھر پوچھا کہ آپ ننگے پاؤں کیوں چلتے ہیں جواب دیا۔

امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نحتفی احیاناً[۲] — یعنی ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے رکھا ہے کہ ہم لوگ کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی چلا کریں۔

اس روایت سے حضرت فضالہؓ کے اتباع حدیث و امتثال سنن کا حال خوب واضح ہے حکومت کے عہدہ پر رہ کے نہ کپڑوں میں زیب و آرائش نہ ننگے پاؤں چلنے سے عار و تکلف ایسے ہی لوگ صحیح معنوں میں اتباع و اطاعت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔

(۲) حضرت فضالہؓ ایک مجمع عام میں تشریف رکھتے تھے کسی نے خبر دی کہ فلاں مقام پر ایک

۱؎ منتخب کنز العمال جلد پنجم ص۲۴۹، استیعاب جلد اول ص۲۷۱ ۲؎ مسند احمد جلد ششم ص۲۱۔

جماعت شطرنج کھیل رہی ہے راوی کا بیان ہے
فَقَامَ غَضْبَانًا یَنْهٰی عَنْهَا اَشَدَّ النَّهْیِ یعنی غصّہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑی سختی سے ممانعت کرنے لگے۔

نیز فرمایا کہ جو شخص اس جوئے بازی کی کمائی کھائے گا وہ خون سے وضو بناتا ہے اور سور کا گوشت کھاتا ہے[۱]

اس روایت سے بھی امتثال حدیث صاف ظاہر ہے کہ امر منکر کو بموجب حدیث شریف ہاتھ سے اور زبان سے مٹانے پر سختی کے ساتھ آمادہ ہیں۔

علامہ ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں یہ دمشق کے بھی حاکم تھے۔

(۳) ایک بار حضرت فضالہؓ سرزمین روم میں اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ گئے ہوئے تھے وہاں انکے ایک ساتھی کا انتقال ہوگیا تو تجہیز و تکفین کے بعد قبر میں جب ان کو رکھا گیا تو حضرت فضالہؓ نے حکم دیا کہ قبر کی زمین اونچی نہ بنائی جائے بلکہ وہاں تمام زمین کے برابر میں رکھی جائے پھر حدیث نبوی سنائی

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُ بِتَسْوِیَتِهَا[۲] یعنی میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبروں کے برابر رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے

اس واقعہ سے بھی امتثال حدیث صاف ظاہر ہے۔ (باقی)

بالکل مفت

۱۰/۲۰

حدیث کی مشہور و معروف کتاب صحیح مسلم عربی مع اردو۔ و مع شرح نووی کی پہلی تین جلدیں خرید کر مولانا رحیم بخش صاحب لاہوری کی اسلام کی آٹھ کتب کا کامل سیٹ مفت حاصل کیجئے جو ۹۹۹ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد ۸ روپے محصولڈاک فی جلد ایک روپیہ دو آنے

مکتبہ سعودیہ پرنس روڈ کراچی نمبر ۱

---

[۱] الادب المفرد للبخاری صفحہ ۱۸۵ [۲] استیعاب جلد ثانی صفحہ ۵۱۸